محبت کا تنائی وسعتوں سے بھی کہیں آگے کی لامحدود وسعت ہے

انسانوں سے محبت کرنا ہی
درحقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا ہے

مدارج

عشق و محبت

حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی (ایم۔اے اسلامیات)

ادارہ نجم الھدیٰ
پٹھان والا۔ جھنگ روڈ فیصل آباد فون: 659456

مفہوم عشق

عشق کا مختصر مفہوم یہ ہے کہ 'عشق' عشقتہ سے ماخوز ہے جو ایک بیل کا نام ہے اس بیل کی خصو یہ ہے کہ جس درخت کے ساتھ لپٹ جائے پہلے زرد ہوتا ہے پھر وہ سوکھ جاتا ہے۔ افراط محبت کو عشق سے اس لئے تعبیر کیا جاتا ہے کہ محبت جمال محبوب کی تجلیات میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ اس کی اپنی ذات فنا ہو جاتی ہے اسے بجز معشوق کے اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں۔

عاشق را شش نشان اے پسر
آہ سردؔ رنگ زردؔ چشم تر
کم خور کم گفت و خفتن حرام

غرض کہ لگاؤ، تعلق اور رضا کا پہلا درجہ محبت ہے اور آخری عشق ہے جس میں لگاؤ اور تعلق بے قراری اور بے تابی میں بدل جاتے ہیں اور عاشق وصال محبوب کیلئے تڑپنے پھڑ کنے لگتا ہے۔ عشق عشقا وغیرہ چمٹ جانے اور کسی چیز میں فٹ ہو جانے کے مضمون میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اگر عشق کا مفہوم یہی لیا جائے تو پھر محبوب سے دل کی گہرائیوں سے وابستگی اور اس کی اتباع اور اطاعت کو عشق کہا جائے گا۔

اے عشق دریغا کہ بیان از تو محال است
خط تو زخود باشد و خط از تو محال است
المحبتہ حالت لا یعبر عنھا مقالہ
محبت حالیت و حالت ہرگز قالت نباشد

یعنی محبت ایک حال ہے اس کے تعبیر قول یا الفاظ سے ہرگز نہیں ہوسکتی اور اگر عشق نہایت محبت کا نام ہے تو پھر محبت کن مدارج کو طے کر کے عشق پر منتہی ہوتی ہے راہ محبت کے سالکین نے اپنے ذوق وجدان سے ان مراتب کی خوب نشان دہی کی ہے اختصار سے ہم ان مراتب کا ذکر کرتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے محبت کے گیارہ درجے قرار دیئے ہیں۔ ان میں سے دو کا تعلق حق تعالیٰ سے باقی کا تعلق خلق سے ہے۔ پہلے ان مراتب کا ذکر ہوگا جن کا تعلق خلق سے ہے۔

۱۔ محبت یا حسب کا پہلا درجہ میل ہے اور وہ مطلوب کی طرف سے قلب کا انجزاب ہے جب یہ زیادہ ہوتا ہے تو اس کو رغبت کہتے ہیں۔

۲۔ اور جب رغبت زیادہ ہوتی ہے تو اس کو طلب کہتے ہیں۔

۳۔ اور جب طلب میں زیادتی ہوتی ہے تو اس کو ولع کہتے ہیں۔

۴۔ اور جب ولع سخت اور دائمی ہو جاتی ہے تو اس کو صبابہ کہتے ہیں۔

۵۔ اور جب یہ قوی ہو جاتی ہے تو اس کو ہویٰ کہا جاتا ہے۔

۶۔ اور جب ہویٰ دل پر چھا جاتی ہے تو اس کو شغف کہتے ہیں اب محبّ نفس سے فانی ہو جاتا ہے۔

۷۔ اور جب شغف میں ترقی ہوتی ہے اور محبّ اپنے نفس سے فانی ہو جاتا ہے تو اس کو غرام کہتے ہیں۔

۸۔ اور جب غرام سے یہ مستحکم ہو جائے اور پر ہو جائے اور متمکن ہو جائے اور محبّ اپنے نفس اور محبوب سے بھی فنا ہو جائے تو حب مطلق ہے اور اسی کو عشق کہا جاتا ہے اور محبت خلق کا یہ آخری مقام ہے اس مقام میں محبّ محبوب ہو جاتا ہے اور حبیب محبّ اور ہر ایک دوسرے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور ہر ایک دوسرے کی صورت کیونکہ روح عشق صورت معشوق سے متمکن ہو جاتی ہے اور یہ صورت روحانیہ اس کے دل سے متعلق ہو جاتی ہے اور ان میں جدائی و مفارقت و انفصال محال ہو جاتا ہے جیسا کہا گیا ہے۔

رق	الزحاج	ورقتہ	الخمر
فتشابھا		و تشاکل	الامر
فکانما	خمر	ولا	قدح
وکانما	قدح	ولا	خمر

یعنی شیشہ اور شراب غایت صفائی و لطافت کی وجہ سے ایک دوسرے کے رنگ میں ہو گئے اور ان میں تمیز باقی نہیں رہی گویا شراب ہی شراب ہے جام ہی جام ہے شراب نہیں۔ یہ تو مرتبے خلق کیلئے حقیقی ہیں اور انہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کیلئے ہیں ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خلق کا سارا وجود حق ہی کے لیئے ہے۔ لیکن حب اور ارادت حقیقتہ صرف خدا ہی کیلئے۔ حب کا ایک اور مرتبہ ہے جو خلق اور حق دونوں میں ظاہر ہوتا ہے اس کو ودود کہتے ہیں اور ودود اللہ جل مجدہ الکریم کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور اللہ تعالیٰ بندوں میں سے جس کو چاہیں دوست و محبوب رکھتے ہیں اور بندے اس کو دوست و محبوب رکھتے ہیں۔ قرآن کریم اس محبت کی عکاسی یوں فرماتا ہے۔ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ یعنی اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا فرمائے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہو گی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہو گی۔ بہر حال یہ دو مرتبے مشترک ہیں اور یہ نہایت مراتب عشق ہیں اور ان کا وقوع جانبین میں ہوتا ہے۔ خلق میں کوئی مرتبہ عشق سے اعلیٰ نہیں جب نفس میں یہ کیفیت متمکن ہو جاتی ہے اور جوہر قلب میں اتر جاتی ہے اور نفس ناطقہ پر اس کا رنگ چڑھ جاتا ہے تو اس کو نسبت عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ کاملین اہل فنا و بقا کے نزدیک اس نسبت کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اس کا ظاہر تو روح میں ایک کیفیت مستقرہ ہے دوسری کیفیات نفسانیہ کی طرح اور اس

کا باطن محبت ذاتیہ ہے جس کا حامل نفس مجروح ہوتا ہے بلکہ یہ روح کے موجود ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سب جانتے ہیں کہ مٹی اور پانی کو جانب اسفل میلان ہوتا ہے اور ہوا اور آگ کو فوق کی طرف طیران ہوتا ہے اس طرح ہر چیز کے واسطے خواہ وہ محسوس ہو یا معقول ایک اصل اور کمال ہوتا ہے جس کی یہ مشتاق ہوتی ہے اور جب تک اس کو پا نہیں لیتی بے تاب و بے قرار رہتی ہے اور جب پا لیتی ہے تو الفت وانس محسوس کرتی ہے۔

محبت کے دس مراتب اور پچاس درجات ہیں

نہایت ہی اختصار کے ساتھ ہم یہاں محبت کے مراتب اور درجات بیان کریں گے۔

محبت کا پہلا مرتبہ

محبت کا پہلا مرتبہ الفت کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ الفت' مالوف کی طرف میلان قلب کا نام ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔ والف بین قلوبھم الخ یعنی اور ہم نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔

بدخلق جو تھے وہ نیک ہوئے لڑتے تھے ہمیشہ ایک ہوئے
جھگڑے' تو نے آ کر مٹا دیئے تیرے حسن وادا کا کیا کہنا

یا یوں کہہ لیجئے۔ کوئی شخص کسی سے کسی صاحب جمال کا ذکر سنتا ہے اس کے دل میں اس صاحب جمال کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی طلب کا داعیہ زور پکڑتا ہے اس نفسیاتی حادثہ کو شاعر نے یوں کہا ہے۔

ابھی تو دل میں ہلکی سی خلش محسوس ہوتی ہے
بہت ممکن ہے کل اس کا محبت نام ہو جائے
حدیث حسن او ناگہ فرو خواندند بر گوشم
درآمد عشق ویکبارہ بہرو از عقل و از ہوشم

محبت کا پہلا مرتبہ الفت ہے اور الفت کے پانچ درجے ہیں

الفت کا پہلا درجہ میلان

کسی کے حسن و جمال کا تذکرہ سن کر اس کی طرف راغب ہونا دل فریفتہ ہونا کہ اس حسن وادا جمال وکمال والے پیکر کو دیکھ لوں۔ حسن و جمال کا نظارہ کرنے کی طلب پیدا ہونا۔

بہ آب جو نگرم خویش را نظارہ کنم

بہ ایں بہانہ مگر روئے محرمے بینم
تصور میں چلے آؤ یونہی دیدار تو کر لوں
تمنا تم سے ملنے کی تو پوری ہو نہیں سکتی

الفت کا دوسرا درجہ کتمان میلان

الفت کا دوسرا درجہ کتمان میلان ہے یعنی اس میلان قلبی کا پوشیدہ رکھنا اور اس سلسلہ میں تمام مشقتوں کا برداشت کرنا۔

دل میں کسی کی یاد چھپائے ایک زمانہ بیت گیا
اپنے دل کو دکھ لگائے ایک زمانہ بیت گیا

من از طبیب و پرستار ہر دو آزادم
دوائے درد من ایں درد بے دوائے من ست

الفت کا تیسرا درجہ تمنایات

یہ مقام ہوس ہے، تمنائے قربت محبوب و آرزوئے دیدار مشتعل ہوتی ہے۔ نہ جان کی پرواہ رہتی ہے نہ ہلاکت ہی کا کوئی اندیشہ ہوتا ہے۔ اگر حصول یار دشوار یا محال ہو تو اس کی آرزو میں مرجانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

غنیمت ہے گر موت آجائے زمان
کہ جی کے ہم ان کے سوا کیا کریں گے

بلکہ

فرقت میں تو مرنا بھی گوارہ نہیں مجھ کو
تم سامنے آجاؤ تو آجائے قضا بھی

چنانچہ فرہاد نے شیریں کی تمنا میں اپنی جان ہی دے دی تھی۔

اگر فرہاد را حاصل شد پیوند ہا شریں
ہم آخر جان شریشن بر آمد در تمنایش

اس طرح کے بے شمار واقعات ملتے ہیں اختصار مدِ نظر ہے۔

الفت کا چوتھا درجہ اخبار و استخبار

الفت کے چوتھے درجہ کو اخبار و استخبار کہتے ہیں۔ تمنائے قرب و آرزوئے دیدار محبوب میں محبّ اپنے محبوب سے پوری طرح باخبر رہنا چاہتا ہے۔ اسے دریافت حال کہا جاتا ہے۔

ہر چند دورم از تو، کہ دور از تو کس مباد
لیکن امید وصل تو ام عنقریب است

الفت کا پانچواں درجہ تضرع

الفت کے پانچویں درجے کو تضرع کہتے ہیں، تملق، خوشامد، آہ وزاری۔ عاشق روتا ہے۔ مضطرب ہوتا ہے اور دل ہی دل میں کہتا ہے۔

بلبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ نمانم
پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد
اے بادشہ خوباں داد از غم تنہائی
دل بے تو بجان آمد و قست کہ باز آئی
میرے گھر کی شمع گواہ ہے کٹی رات جس پس و پیش میں
کبھی آہ کی کبھی خطا لکھا، کبھی خط کو لکھ کر جلا دیا

محبت کا دوسرا مرتبہ صداقت

وہ قلب کا وفا و خطا، جفا و منع و عطا میں برابر رہنا ہے اس کے بھی پانچ درجے ہیں۔

صداقت کا پہلا درجہ صفا

صداقت کا پہلا درجہ صفا کہلاتا ہے۔ اس کے پائے جانے کی علامتیں یہ ہیں۔ نفس اور خواہش نفس کا دشمن رکھنا، آرزو، مراد کی مخالفت ترک شہوات، یا خواہشات شہوانیہ۔ دل کا دنیا کی محبت سے خالی ہونا اور محبوب کی جانب سے قسمت سزا بدلہ نعمت سمجھی جاتی ہے اس کی بلا کو عطا سمجھا جاتا ہے۔

زہر ازکف دست دوست چوں شہد
باشوق فرو برم دگر ہم
ہر درد و رنج کز تو رسد بردل حزیں
آں محض راحت است مرا عین عافیت
مجھے موت دی کہ حیات دی، یہ نہیں سوال کہ کیا دیا
تیری نگاہ ناز نے کوئی فیصلہ تو سنا دیا

صداقت کا دوسرا درجہ غیرت

صداقت کا دوسرا درجہ غیرت ہے اس مقام میں محبّ غیور ہو جاتا ہے اور غیرت کے بارے نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے محبوب کا نام بھی لے یا اس کو ایک نظر دیکھے۔

یہ گلشن میرود آں شاخ گل می میرم از غیرت
کف خاکے بدست آرائے صبا درچشم من گل کن
حدیث عشق تو باکس نمی توانم گفت
کہ غیر تم نگذارد کہ بشنود اغیار

غیرت کے اس مقام میں آگے چل کر محبؑ کو خود اپنی ذات پر غیرت آنے لگتی ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ شبلی نے دعا کی تھی۔ الهم احشرني اعمى ' فانك اجل واعظم من ان تراك عيني یعنی یاالٰہی اندھا اٹھانا کیونکہ توں بزرگ و برتر ہے اس سے کہ میری آنکھیں تجھے دیکھیں۔ چنانچہ اس مفہوم کو امیر قاسم نے اپنے ان الفاظ میں یوں ادا کیا۔

ز دل رشک آیدم چوں بگذرد در دل خیال تو
چہا بینم کہ افتد چشم غیرے بہ جمال تو

یعنی شاعر اپنے ہی دل کو اپنا غیر تصور کر رہا ہے اور اپنے محبوب کے خیال کا دل میں گزرنا بھی اس کو غیرت کے مارے گوارہ نہیں۔ غیرت کی نفسیاتی وجہ یہ بتلائی جاتی ہے کہ

زغیرت خلوت دل را از غیرت کردہ ام خالی
کہ غیرت رانمی زیبد دریں خلوت سرا رفتن

صداقت کا تیسرا درجہ اشتیاق

صداقت کا تیسرا درجہ اشتیاق ہے اس مقام میں آتش شوق و آرزو بھڑک اٹھتی ہے اور عاشق بے چارو بے اختیار ہو کر فریاد کرتا ہے۔

مشتاقی و صبوری ارحد گزشت یارا
گر تو شکیب داری طاقت نماند مارا
اے بے تو حرام زندگانی خود بے تو کدام زندگانی
بے روئے خوش تو زندہ بودن مرگیست بنام زندگانی

صداقت کا چوتھا درجہ ذکر محبوب

صداقت کا چوتھا درجہ ذکر محبوب سے منسوب ہے جیسا کہ مشہور ہے من احب شئی اکثر ذکرہ یعنی جو شخص جس کو چاہتا ہے اس کا اکثر ذکر کرتا ہے۔

دل جب کسی شے کی تمنا کرتا ہے
میرے ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے
خدا گواہ جہاں کوئی خوبرو دیکھا
میری زباں پہ تیرا نام بار بار آیا

ایک عاشق بیمار ہوا' دوستوں نے پوچھا' کیا تمہارے لئے طبیب کو بلائیں۔ اس نے کہا طبیبی ذکر جیبی۔

اے نام تو ام شفائے امراض
وز نام توام حصول اغراض

صداقت کا پانچواں درجہ تحیر

صداقت کا پانچواں درجہ تحیر ہے۔ راحت دو جہاں ﷺ نے باجود شان جلالت کے التجا کی۔ یادلیل المتحیرین یعنی اے رہنمائے متحرین اور آخر میں دعا کی رب ذدنی تحیرا یعنی اے میرے رب میری حیرت اور زیادہ فرما۔ محبوب بلند قدر ہو اس تک پہنچنا محال ہو تو حیرت و دہشت کے سوا کیا حاصل ہوسکتا ہے۔

توی سلطان ملک حسن من بیچارہ درویشم
بخبر حیرت در نبود نصیب جان بے خویشم

محبت کا تیسرا مرتبہ مودت

محبت کا تیسرا مرتبہ مودت کہلاتا ہے۔ اور وہ هيجان القلب و اتصافه بالھوی یعنی وہ قلب کا برانگیختہ ہونا اور خواہش سے متصف ہونا ہے۔ یعنی اس میں خواہش پیدا ہوتی ہے اس کے بھی پانچ درجے ہیں۔

مودت کا پہلا درجہ نیاحت واضطرار

مودت کا پہلا درجہ نیاحت و اضطرار ہے۔ اس مقام میں نوحہ و زاری فریاد و بیقراری ہوتی ہے۔

کبھی شکوہ محبت کبھی غم کی بات دل سے
کبھی ہم سنا کے روئے کبھی تم سنا کے روئے
کوئی دل لگا کے روئے کوئی غم اٹھا کے روئے
کہیں کیا کہ رونے والے سر طور جا کے روئے
در ہوائے تو اے بت مہ روئے
می کند نوحہ برتنم ہر موئے

مودت کا دوسرا درجہ گریہ وبکا

مودت کا دوسرا درجہ گریہ و بکا ہے خود راحت دو جہاں ﷺ کے بارے میں ہے۔ کان علیه السلام دائم الحزن والبکاء یعنی آپ ﷺ ہمیشہ غمگین و گریاں رہا کرتے تھے۔ اپنی دعا میں عرض کرتے الھم ارزقنا عینا باکیته یعنی اے اللہ ہمیں

چشم گریاں عطا فرما۔

جاناں من از فراق تو چنداں گریستم
کیں آب چشم من ہم روئے زمین گرفت
سر شکم رفتہ رفتہ بے تو دریا شد تماشا کن
بیا در کشتی ، چشم نشیں و سیر دریا کن

مودت کا تیسرا درجہ ت

مودت کا تیسرا درجہ ت ہے۔اس مقام پر پہنچ کر صاحب عرفان اپنے ان اوقات پر ت کی نگاہ ڈالتا ہے جو ضائع گئے اور ہر لحظ جو بغیر محبوب کے بسر ہوا۔اس پر نادم ہوتا ہے۔

تیرے ساتھ جو گزری جو گزر کے پھر نہ لوٹی
وہی شام تھی سہانی وہی رات تھی فروزاں
تیرے بغیر یوں بسر کی جیسے کوئی گناہ کئے جا رہا ہوں
عمرے کہ بے تومی رود از مرگ بد تر است
روزے کہ بے تو بگذرد روز محشر است

مودت کا چوتھا درجہ تفکر قرب محبوب

مودت کا چوتھا درجہ محبوب کی فکر ہے۔تفکر قرب محبوب کا موجب ہے۔اسی کے لئے ایک ساعت کے تفکر کو ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔تفکر ساعتہ خیر من عبادہ ستین سنتہ کسی عارف نے اس خیال کو اس طرح شعر میں ادا کیا ہے۔

نخواہم جز تو یک ساعت تفکر درد گر کردن
کہ در ہر دو جہاں جاناں ندارم چوں تو دلدارے

مودت کا پانچواں درجہ مراقبہ محبوب

مودت کا پانچواں درجہ مراقبہ محبوب ہے۔یہ بہت بڑا مقام ہے۔کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی، لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ زرد ہو گیا۔آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔جب ہوش آیا تو فرمایا۔راقبت اللہ فی صلوتی فالسر تحییت من تقصیری یعنی میں نے نماز میں حق تعالیٰ کا مراقبہ کیا، مجھے اپنی تقصیر پر حیا آئی۔تفکر اور مراقبہ میں فرق یہ ہے کہ تفکر کا تعلق عقل سے ہوتا ہے اور مراقبہ میں لطیفہ روح پر محبوب کی تجلی ہوتی ہے۔

محبت کا چوتھا مرتبہ ہوا

محبت کا چوتھا مرتبہ ہوا ہے۔ وھوان یھوی الی المحبوب دائما یعنی ہمیشہ محبوب کی طرف مائل ہونا۔ آرزومند رہنا۔ اس مقام کے بھی پانچ درجے ہیں۔

ہوا کا پہلا درجہ خضوع

ہوا کا پہلا درجہ خضوع ہے یعنی عاجزی و فروتنی حسن کا قول ہے کہ وصال یار کیلئے اس کے دروازہ پر عاجزی وانکساری سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں۔ ما اعلم فی وصال احسن عن الخضوع علی بابہ

نسبت خود بسگت کر دم و بس منفعلم
زانکہ نسبت سگ توئی شد بے ادبی
یک جاں چہ متاعبت کہ سازیم فدایت
اما چہ تواں کرد کہ موجود ہمیں است

کروں تیرے نام پہ جاں فدا یہ جاں تو کیا کروڑوں جہاں فدا۔

ہوا کا دوسرا درجہ اطاعت محبوب

ہوا کا دوسرا درجہ اطاعت محبوب میں اوقات حیات کا بسر کرنا ہے۔ نقد عمر کو راہ یار میں صرف کرنا ہے۔

مرا تا جاں بود عشق تو بازم
مرا تا سر بود گوئے تو سازم
مانقد عمر صرف رہ یار کردہ ایم
کارے کہ کردہ ایم ہمیں کار کردہ ایم

ہوا کا تیسرا درجہ صبر

ہوا کا تیسرا درجہ شدائد و محن میں صبر ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے اصبر و تجرع البلوی من غیر شکویٰ یعنی صبر کر اور بلا کو بلا شکایت پی جا۔ عاشق کیلئے صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں (المحبوب یفصل مایشاء) محبوب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔ اذا احب اللہ عبدابتلاہ فان صبر احبتباہ وان رضی اصطفاہ یعنی جب اللہ کریم کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو مصائب میں مبتلا کرتے ہیں۔ اب اگر بندہ صبر کرے تو اس کو اللہ کریم اپنا محبوب بندہ بنا لیتا ہے۔ یعنی انواع نعمت سے سرفراز فرماتا ہے جس میں بندہ کی سعی کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اگر بندہ اس بلا سے راضی ہو جاتا ہے تو اس کو تمام ناشائستہ صفات وافعال سے پاک کر دیتا ہے۔ (یہی اللہ

تعالیٰ کی محبت ہے بندہ سے) سچ کہا ہے کسی عارف نے۔

جز صبر نیست صیقل دلہائے بیقرار
چوں ایستاد آب بائینہ می رسد

ہوا کا چوتھا درجہ تضرع

ہوا کا چوتھا درجہ تضرع ہے یعنی عاجزی کرنا گڑگڑانا ہے۔قرآن حکیم فرماتا ہے۔ ادعو ربکم تضرعا و خفیہ یعنی اپنے رب کو عاجزی و خوف کے ساتھ پکار۔ عاشق مہجور کی جب یہ حالت ہو جاتی ہے کہ نہ وصل یار اس کے امکان میں ہوتا ہے نہ گلبن قرب کی ہوا اس تک پہنچتی ہے نہ اس کے جسم میں طاقت آواز باقی رہتی ہے اور نہ روح میں قوت پرواز تو سوا تضرع وزاری کے کیا کر سکتا ہے۔

چوں نیست دست ز درم و یارائے طاقتم
اینک رہ تضرع و زاری گرفتہ ایم

ہوا کا پانچواں درجہ رضا،تسلیم

ہوا کا پانچواں درجہ رضاء تسلیم ہے۔کسی عارف نے خوب کہا ہے کہ شرط الرضا ان یکون العبد بین یدی مولاہ کالمیت بین یدی الغاسل یقلبہ کیف یشاء یعنی شرط رضا یہ ہے کہ بندہ اپنے محبوب کے سامنے ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ غسال کے آگے ہوتا ہے وہ اس کو جس طرف چاہے الٹتا پلٹتا ہے۔

اے سرو بلند بوستانے
دریش درخت قامست پست
چشمت بکرشمہ خون ماریخت
بادات بحل ز مات پیوست
گر سر نہ نہم برآستانت
دیگر چہ کنم در دگر ہست

محبت کا پانچواں مرتبہ شغف

محبت کا پانچواں درجہ شغف ہے۔شغف کا لفظ قرآن مجید میں عزیز مصر کی بیوی زلیخا کیلئے یوں استعمال ہوا قد شغفھا حبا یعنی یوسف علیہ السلام کا عشق اس کے دل میں جگہ کر گیا۔

محبت دکھاندی اے اثر ہولے ہولے
دلاں دے اندر کریندی اے گھر ہولے ہولے

اس کے بھی پانچ درجے ہیں۔

شغف کا پہلا درجہ امر محبوب کی مطاوعت

شغف کا پہلا درجہ امر محبوب کی مطاوعت یعنی فرماں برداری ہے اور اس کے حکم کا امتثال خوشی سے اور بے اختیاری سے قرآن مجید دیتا ہے۔ واستقم کما امرت یعنی جس طرح تجھ کو حکم ہوا اس پر قائم رہ۔ جانتے ہو امر کس حکم کا ہوا تبتل الیہ تبتیلا یعنی سب سے قطع ہو کر اس کی طرف متوجہ رہ۔

مشغول ترا خبر ز عالم نبود
مجروح تیرا حاجت مرہم نبود
در عشق تو گر ہزار غم پیش آیند
چوں در نظر تو ام ازاں غم نبود

شغف کا دوسرا درجہ غیر محبوب سے باطن کی محافظت

شغف کا دوسرا درجہ غیر محبوب سے باطن کی محافظت ہے۔ کسی عاشق نے کیا خوب کہا ہے من حفظ باطنہ عن الاغیار ملاء اللہ قلبہ بالانوار یعنی جو شخص اپنے باطن کی اغیار سے حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو انوار سے بھر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے اللہ وتر ویحب الوتر یعنی اللہ تعالیٰ یگانہ ہے اور یگانگی کو پسند فرماتا ہے۔ اس لئے سچے عاشق کی دعا یہی ہوتی ہے۔

جز عشق تو عیشہا فراموشم باد
حزن تو بجائے جاں در آغوشم باد

عش بی وق قلبک عن سوای

یعنی مجھ سے زندہ اور اپنے قلب کو میرے غیر سے محفوظ رکھ کے یہی معنی ہیں۔

جز دوست نہ بینیم و نخواہیم و نجوئیم
از خویش بگز شتیم ز اغیار بر سیتم

شغف کا تیسرا درجہ محبوب کے اعداء سے عداوت

شغف کا تیسرا درجہ محبوب کے اعداء سے عداوت ہے۔

شغف کا چوتھا درجہ محبوب کے دوستوں سے محبت ہے

چنانچہ راحت جاں ﷺ نے اپنی دعا میں اس کا اظہار فرمایا ہے اسئلک حبک و حب من احبک یعنی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اور اس کے محبت کا جو تجھ سے محبت کرتا ہے۔ پھر اپنے طریقوں کو یوں ظاہر فرمایا۔ نحن حب یحبک من

اطاعت من خلقک یعنی تیری محبت ہی کی وجہ سے ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ جو تیری اطاعت کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے شغف کے تیسرے اور چوتھے درجے کا ذکر صحابہ کے بارے میں یوں فرمایا۔ محمد الرسول والذین امنو معه اشدا علی الکفار رحماء بینهم یعنی محمد ﷺ اللہ کے محبوب رسول ہیں اور وہ لوگ جو میرے پیارے محبوب ﷺ کے ساتھ محبت کرتے ہیں وہ دشمنوں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں۔

بلکہ محبوب کے درودیوار سے بھی بے حد محبت ہوتی ہے۔ عشق و محبت کی مستی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اسے راہ شوق کے خار بھی عزیز ہوتے ہیں اور وہ ان کی لذت سے لطف اندوز ہوتا ہے/ مجنوں کے دو شعر ہماری تاریخ ادب میں کس قدر افادیت کے حامل ہیں جن کے ذریعے اس نے لیلیٰ کے شہر کے درودیوار کو چومنے کی حکمت بیان کی تھی اس دیوانگی کو وہ عین حکمت قرار دیتے ہوئے بولا کہ مجھے اس شہر کی جاذبیت اور کشش نے مسحور نہیں کیا بلکہ مشغولیت کی وجہ وہ ذات ہے جو شہر میں قیام پزیر ہے۔

وما حب الدیار شغض قلبی
ولکن ذوالجدار و ذوالجلار

اور میرے دل کو اس شہر کے درودیوار نے مائل نہیں کیا بلکہ اس شہر کے قیام پزیر محبوب کی کشش نے مجھے اپنے محبوب کے شہر کے درودیوار بھی محبوب لگتے ہیں۔ علامہ اقبال نے بھی اس مفہوم کو یوں ادا کیا۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
آں خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

یعنی مدینہ منورہ کی مٹی دو جہاں سے بہتر و افضل ہے۔ اس لئے کہ اس مقدس شہر میں ہمارے محبوب ﷺ جلوہ فرما ہیں۔ سعدی شیرازی دیوانگی کی حالت میں یوں گویا ہیں۔

گلے خوشبو در حمام روزے
رسید از دست محبوب بدستم

ایک روز جب میں حمام میں گیا تو ایک خوشبودار مٹی ایک دوست کے ہاتھوں مجھ کو موصول ہوئی۔

بدو گفتم کہ مشکی یا عنبیری
کہ از بوئے دل آویز تو مستم

میں نے متعجب ہو کر اس مٹی سے کہا کہ کیا تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری بے پناہ خوشبو سے میں مست ہو گیا۔

بگفتا من گل نا چیز بودم

نشستم
و لیکن مدتے باگل
اس مٹی نے زباں حال سے جواب دیا کہ نہ تو میں مشک ہوں نہ عنبر ہوں میں تو ایک بے قسمت مٹی ہوں لیکن حسن اتفاق سے مجھ کو گلاب کے پھول کے ساتھ مجالست نصیب ہو گئی۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد
وگر نہ من ہماں خاکم کہ بستم

اس دوست کے حسن نے میرے اندر ایسا اثر پیدا کر دیا ہے ورنہ میں تو وہی مٹی کی مٹی ہوں۔ عاشق صادق کو محبوب کے حسن و جمال سے ہی شغف نہیں ہوتا بلکہ ان آثار ونقوش سے بھی دلچسپی ہوتی ہے جو محبوب کے حسن و جمال کا آئینہ دار اور پرتو ہوتے ہیں اور عاشق صادق تمام کائنات کے مقابلے میں کوئے دوست کے ذرہ خاک کو ترجیح دیتا ہے۔

باغ بہشت ، سایہ طوبیٰ و قصر حور
با خاک کوئے دوست برابر نمی کنم

اس لئے کہ عاشق صادق کیلئے وصال محبوب کے مقابلہ میں بہشت اور اس کی نعمتوں کی طرف متوجہ ہونا آئینِ محبت کے خلاف ہے اور عالم مستی میں یوں نغمہ زن ہوتا ہے۔

چونکہ اندر ہر دو عالم یارمی بلید مرا
بابہشت و دوزخ و باحور و غلماں چہ کار

شغف کا پانچواں درجہ اخفائے احوال

شغف کا پانچواں درجہ اخفائے احوال ہے جو عاشق و معشوق میں پیدا ہوتا ہے۔

میلان عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبین را خبر نیست

اس لئے

ازل سے محبت کی دشمن ہے دنیا
کہیں دو دلوں کو ملنے نہ دے گی
من نمی دانم چہ شد بر جان من
خلق مے گویند چے شد اے خستہ تن
حال دل باکس چہ گویم اے خدا
سو ختم در ہجر او چوں کو ہکن

خواجہ شیخ شبلی کا قول ہے۔ شرط المحبتہ کتمان الاحوال یعنی محبت کی شرط حالات کا پوشیدہ رکھنا ہے۔ کسی عارف نے کہا لولا الدموع الفاضحتہ

فکتمان الحال من منازل الرجال یعنی اگر آنسو نہ ہوتے جو فضیحت کا باعث ہوتے ہیں تو احوال کا پوشیدہ رکھنا مردوں کے مراتب میں داخل ہے۔ کسی عاشق نے اپنا حال یوں سنایا۔

غمت ہر چند می پوشم بدامن
فضیحت می کنم چشم روانم
رخ زردم ندارد طاقت ہجر
بروں می افگند راز نہانم

محبت کا چھٹا مرتبہ خلّت

محبت کا چھٹا مرتبہ خلت کہلاتا ہے۔ خلت کا لفظ تخلیہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی محبوب کا اس کے ماسویٰ سے خالی ہونا۔ اس کے بھی پانچ درجے ہیں۔

خلّت کا پہلا درجہ معاندت

خلت کا پہلا درجہ معاندت ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ محبّ جس کسی مجلس میں بیٹھا ہے۔ اغیار سے پریشان خاطر ہوتا ہے اور لوگوں کی ایذا رسانی سے ڈرتا ہے۔ لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور درپے آزار ہوتے ہیں۔ اس کی وضاحت ہم آگے چل کر کریں گے۔

ازل سے محبت کی دشمن ہے یہ دینا
کہیں دو دلوں کو ملنے نہ دے گی

خلت کا دوسرا درجہ صدق

خلت کا دوسرا درجہ صدق ہے۔ المحبته صدق والصادق حبیب اللہ یعنی محبت راست بازی ہے اور راست باز اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ والذی جاء بالصدق و صدق بہ اولئک ھم المتقون یعنی جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیز گار ہیں۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

راستی موجب رضائے خدا است
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

خلت کا تیسرا درجہ اشتہار

خلت کا تیسرا درجہ اشتہار ہے یعنی محبّ کی تشہیر لیکن اس مقام میں محبّ اپنی انانیت، خودی سے باہر نکل آتا ہے۔ وہ شہرت و خمور سوائی میں فرق نہیں کرتا۔ محبوب اپنے محبّ کے حال کو شائع کرتا ہے اور شہرت کرتا ہے۔ کسی عاشق عارف نے خدا سے التجا کی۔ الھم

استرنی' فاحبیب یافلاں الحق لا یستر شیئا یعنی یاالٰہی مجھے پوشیدہ رکھ' اس کو جواب ملا کہ اے شخص' حق تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں کر سکتی۔ لیکن اس مقام میں بہت آفتیں ہیں۔

خلت کا چوتھا درجہ شکوہ

خلت کا چوتھا درجہ شکوہ ہے یعنی گلہ و شکایت۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام نے عرض کی' اس پر قرآن شاہد و ناطق ہے۔ انما اشکوہ بثی و حزنی الی اللہ یعنی میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں۔ راحت دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ لک الحمد والیک المشتکی یعنی تیرے لئے ہی تمام خوبیاں ہیں اور تجھ سے گلہ و شکوہ ہے۔ محبّ اپنے محبوب کی شکایت کس طرح کر سکتا ہے؟ لیکن وہ اپنی عجز و بیچارگی کا اظہار اس کے سامنے کرتا ہے۔ غیر کے سامنے ہر گز نہیں کرتا اور اسی کو شکوہ کہا جاتا ہے۔

پناہے بود ہر کسے را وبندہ
بجز آستانت پناہے ندارم

جب حضرت ایوب علیہ السلام نے درد و بیماری کی حالت میں فریاد کی۔ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین یعنی مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ تو حق تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا۔ انا وجدناہ صابر انعم العبدانہ اواب یعنی بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے' کہ بہت رجوع ہوتے تھے۔ عاشق کی شکایت بس اتنی ہے کہ آپ کے سوا میرا ہے کون کس کے سامنے اپنے درد و دکھ کو پیش کروں اور کہتے ہیں کہ گلے شکوے اپنوں سے کئے جاتے ہیں غیروں سے نہیں۔

ہر کے در جہاں کسے دارد
من ترا دارم و تراو ترا
ہیچ باب ازیں در طریق رفش نیست
کجا رویم ازیں در' کدام درد اریم
از دست تو ہم پیش تو فریاد کنم زانکہ
چوں جز تو نمی بیم فریاد رسے را

خلت کا پانچواں درجہ حزن

خلت کا پانچواں درجہ حزن ہے۔ کہا گیا ہے ان اللہ یحب قلبا حزینا لاجلہ وقال جل فکرہ یعنی بے شک اللہ دوست رکھتا ہے اس قلب کو جو اس کیلئے

محزون ہوتا ہے۔انا عندالمتکرہ قلوبھم لاجلی یعنی میں ان قلوب میں ہوں جو میرے لئے ٹوٹے ہوئے ہیں۔عاشق کی دعا ہی یہ ہوتی ہے۔

جز عشق تو عیشہا فراموشم باد
حزن تو بجائے جان در آغوشم باد

محبت کا ساتواں مرتبہ محبت

محبت کا ساتواں مرتبہ محبت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔یہ نہایت شریف مرتبہ ہے۔اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔یحبھم و یحبونہ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔اس کے بھی پانچ درجے ہیں۔

محبت کا پہلا درجہ حسن اخلاق

محبت کا پہلا درجہ حسن اخلاق ہے۔جو خلا و ملا یعنی تنہائی یا سوسائٹی میں ہو تنگی و فراخی میں ہو۔یہاں محبّ کے اقوال واحوال حرکات وسکنات تمام مُحسن ہو جاتے ہیں۔اس کی آنکھیں دوست کے سوا کسی شے کو نہیں دیکھتیں اور اس کا دل محبوب کے سوا کسی کو جانتا تک نہیں۔ہر ایک سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔بایں ہمہ جب وہ خلق کے ساتھ بیٹھتا ہے تو یہ جان کر کہ یہ اس کے محبوب ہی کی مخلوق ہے،مکارم اخلاق سے پیش آتا ہے۔وذالک من احسن الاخلاق واشرف الاوصاف یعنی گو وہ خلق کے درمیان ہوتا ہے اور ان سے حسن اخلاق سے پیش آتا ہے لیکن باطن سے وہ خلق سے منقطع اور اپنے محبوب ہی سے وابستہ ہوتا ہے۔اس کا حصول کار یہ ہوتا ہے۔کن جمعا نیا و واحدانیا یعنی جمع ووحدت دونوں کا وہ جامع ہے۔کسی عارف نے محبوب کے زبان سے کہلوایا ہے۔

گر باہمہ، چوبا منی بے ہمہ
در بے ہمہ چوں بے منی باہمہ

محبت کا دوسرا درجہ ملامت واظہار

محبت کا دوسرا درجہ ملامت و اظہار شکر وحیرت کا ہے۔اس مقام میں محب مدہوش ہوتا ہے اور محبت کے جام مالا مال سے بے ہوش۔نہ فضیحت سے ڈرتا ہے نہ رسوائی کا خوف کرتا ہے۔دیوانہ وار نکل پڑتا ہے اور مستانہ وار خراباتی کی راہ لیتا ہے۔

عشق تو مرا خراباتی کرد
ورنہ من بیچارہ بسا ماں بودم

اس مقام میں نوازش بھی بہت ہوتی ہے اور جانکاہی بھی بہت زیادہ ہے۔کبھی تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے کہا جاتا ہے۔واصطنعتک لنفس یعنی میں نے تجھ کو اپنے لئے منتخب کیا اور کبھی فرمایا جاتا ہے لن ترانی یعنی تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ

سکتے۔ کبھی آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے انی جاعل فی الارض خلیفه اور کبھی فرمایا جاتا ہے وعصیٰ ادم ربه فغویٰ اور اپنے محبوب ﷺ لولاك لما اظهرت الربوبیته (حدیث قدسی) یعنی اے محبوب اگر آپ نہ ہوتے تو میں ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔ کبھی محبّ کا درجہ بڑھاتے ہیں اور کبھی اس کو آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں۔ لیکن اگر محبوب کامل ہوتا ہے تو وہ کبھی محبوب سے اپنی نظر نہیں ہٹاتا اور اپنے تمام احوال میں مرادِ محبوب ہی کا مرید ہوتا ہے۔

اگر مراد تو اے دوست نامرادی مادست
مراد خویش ازیں بیش من نخواہم داشت

محبت کا تیسرا درجہ مشاہدہ

محبت کا تیسرا درجہ مشاہدہ غیوب کا ہے۔ اس مقام تک پہنچ کر محبّ صاحب مکاشفہ ہو جاتا ہے اور محبوب اپنے بعض اوصاف و احوال اس پر ظاہر کرتا ہے اور اس کے دل کو اپنی محبت کے انوار سے مملو کر دیتا ہے اور اس کے سر کو لوح محفوظ کے محازی کر دیتا ہے۔ لیکن اس مقام میں مکر و افتتان بھی بہت ہیں۔ بہت سے سر خاک میں مل جاتے ہیں اور بہت سی جانیں ہلاک ہو جاتی ہین۔ لیکن اگر محبوب کی عنایت و دستگیری ہوتی رہے اور محبّ اپنی آنکھیں غیر محبوب سے بند کر لے ماذاغ البصر وما طغیٰ یعنی نگاہ نہ تو ہٹی نہ چھپکی کے مصداق قائم رہے۔ تو دولت قاب قوسین اور ادنیٰ عطا ہوتی ہے اور سعادت الم ترنی ربک سے نوازا جاتا ہے۔

چوں از جملہ بریدی من ترااام

اس کی طرف اشارہ ہے اس آیت پاک میں واذاعتزلتموهم وما یعبدون الا الله فائو الی الکهف یعنی اور جب تم ان لوگوں سے الگ ہو گئے مگر اللہ سے مل گئے تو تم غار میں چل کر پناہ لو۔ یہاں کہف سے مراد کیف الوصل ہے۔

محبت کا چوتھا درجہ آرزوئے ملاقات

محبت کا چوتھا درجہ آرزوئے ملاقات کا ہے۔ محبّ اپنے خون میں ہزار بار نہائے اور بلا کی وار پہ سینکڑوں مرتبہ کھینچا جائے۔ تاہم اشتیاق وصال محبوب اور اس کی ملاقات کی آرزو اس کے دل میں تیز تر ہوتی جاتی ہے۔ رد و قبول کا اندیشہ اس کے دماغ میں گزرتا نہیں۔ اگر لن ترانی کی ضرب اس کی جان پر ستر مرتبہ بھی لگائی جائے تو وہ ارنی انظر الیک کی صدا بلند کرتا ہی رہے گا۔

اگر بہ تیر زنندم و گر بہ تیغ کشند
بہ ہیچ ضرب وساست زتو ندارم دست

محبت کا پانچواں درجہ طلب انس

محبت کا پانچواں درجہ استنباس یعنی طلب انس والتماس کا بتلایا گیا ہے۔ علامتتہ المونستہ بالحبیب التوحش عن غیرہ یعنی محبوب سے انس کی شناخت اس کے غیر سے وحشت ہے۔

بادشاہ حسن خدا را بسو ختیم
یکرہ سوال کن کہ گدا راہ حاجت است

محبت کا آٹھواں مرتبہ عشق

محبت کا آٹھواں مرتبہ عشق ہے۔ عشق افراط محبت اور شدت محبت کا نام ہے۔ یہاں عقل و ہوش رخصت ہو جاتے ہیں۔

کتاب حسن تو روزے قضا می خواند در گوشم
شدم از عشق بیگانہ نہ عقلم ماند نے ہوشم

عشق وہ آگ ہے جو خرمن وجود کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور نہال ہستی کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے۔ حضرت خواجہ شیخ شبلی فرماتے ہیں۔ العشق نار یقع فی القلب فاحترقت ماسویٰ المحبوب۔

عشق آمد و خانہ کرد خالی
برداشتہ تیغ لا اہالی
حاصل عشق ایں سخن بیش نیست
سوختم و سوختم و سوختم

ایمان بغیر عشق کے کامل نہیں ہوتا

والذین امنو اشد حبا للہ یعنی اور جو ایمان والے ہیں اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ محبت ہی جب شدید ہو جاتی ہے اور نہایت قوی ہو جاتی ہے تو عشق کہلاتی ہے۔ (والمحبتہ اذااشدت وقویت سمیت عشقا) لیکن عشق، آمدنی ہے آوردنی نہیں یعنی عشق کی آگ لگ جاتی ہے لگائی نہیں جاتی۔ واللہ یوتی ملکہ من یشاء یعنی اللہ تعالیٰ اپنا ملک جس کو چاہیں دیں۔ حضرت داتا صاحب کشف المحجوب میں فرماتے ہیں۔

عشق از مواہب است نہ از مکاسب

غالب نے اس حقیقت کے بارے میں کہا ہے۔

عشق پر زور نہیں ، ہے یہ وہ آتش غالب
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

عشق بازی اختیار مانہ بود
ہر کرا خواہند برسر می نہند

تمام صوفیائے، محبت وعشق کے واہبی ہونے کے قائل ہیں۔ عشق کے بھی پانچ درجے ہیں۔

عشق کا پہلا درجہ فقدان دل

عشق کا پہلا درجہ فقدان دل ہے۔ مشہور قول ہے من لیس بمفقود القلب لیس بماشق یعنی جو گم کردہ قلب نہ ہو وہ عاشق نہیں۔

ز دلم نشاں چہ خواہی کہ ز دل خبر نہ دارم
تو بگو کہ دل چہ باشد من ازو اثر ندارم

اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص دل رکھتا ہے وہ دل کی خبر رکھتا ہے اور عشق سے بے خبر رہتا ہے۔

کہ گفت من خبرے دارم از حقیقت عشق
دروغ گفت کہ از خویشتن صبر دارد !!

حضرت ذوالنون مصری سے کسی نے پوچھا عاشق صادق کون ہے؟ فرمایا! جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو پریشان صورت، دل ہو، مغلوب العقل، بہت رونے والا، موت کا طالب، فنا کا مشتاق تو سمجھ لو کہ وہ عاشق صادق ہے۔

عشق کا دوسرا درجہ تاسف

عشق کا دوسرا درجہ تاسف ہے۔ عاشق بے دل اس مقام میں بے معشوق ہردم اپنی زندگی پر افسوس کرتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا۔(یااسفیٰ علیٰ یوسف وبیغت عیناہ من الحزن فھو کظیم) کہنے لگے ہائے افسوس اور غم سے ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں۔

ہر لحظہ کہ بے تو مرا می رود عمر
واللہ ازاں حیات مرا مرگ خوشتر است
بے روئے تو زندہ می تواں بود ولیک
آں زندگی از ہزار مردن بتر است

عشق کا تیسرا درجہ وجد

عشق کا تیسرا درجہ وجد ہے اور وجد ایک ایسا عجیب حال ہے کہ نہ زبان اس کا بیان کر سکتی ہے نہ قلم۔ صاحب وجد کیلئے تمام دنیا حلقہ خاتم کی طرح تنگ ہو جاتی ہے بلکہ عالم ملکوت کی وسعت بھی اس کی نظر میں حقیر معلوم ہوتی ہے۔ اس کو نہ کسی جگہ آرام ملتا ہے نہ کسی مقام پر قرار۔

عشق کا چوتھا درجہ بے صبری

عشق کا چوتھا درجہ بے صبری ہے۔اس مقام میں عاشق کی طاقت جواب دے دیتی ہے اوراس کی جان اشتیاق یار میں جل جاتی ہے۔آتش شوق اس کو جوش میں رکھتی ہے اور وہ شب و روز خروش میں مصروف رہتا ہے۔

تا بود مرا طاقت بود بہ شکیبائی
چوکار بجاں آمد ' زیں پس من و رسوائی
سر پنجہ صبررا پچید و بروں شد دل
اے صبر ہمیں بودت بازوئے توانائی

(العشق و الصبر ضدان لا یجتمعان) عشق وصبر ایک دوسرے کی ضد ہیں یہ دوایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔

دلے کہ عاشق صابر بود مگر سنگ است
ز عشق تابہ صبوری ہزار فرسنگ است

عشق کا پانچواں درجہ صیانت

عشق کا پانچواں درجہ صیانت ہے۔اس مقام میں عاشق کی حالت ایک دیوانے کی سی ہوتی ہے۔اس کی آنکھیں گریاں، دل بریاں، ہر گلی کوچے میں رواں دواں ہوتا ہے اور ہر صحرا میں پویاں و جولاں! محبوب کے سوا کوئی چیز نہیں جانتا۔معشوق کے نام کے سوا کوئی لفظ اس کی زبان پر نہیں آتا۔

مجنوں کے بارے میں مشہور ہے کہ مجنوں سے جب کوئی پوچھتا تیرا نام کیا ہے؟ تو مجنوں جواب دیتا میرا نام لیلیٰ ہے۔جنوں میں سنگ و گیاہ سے گفتگو کرتا ہے اور نسیم صبا کو پیغام دیتا ہے۔

اہل عشق معشوق کی بو ہی سے زندہ ہوتے ہیں
اور معشوق کا نام ہی لے کر قبر سے اٹھتے ہیں

از بہرتو میرم برائے توزئم

بوئے محبوب جو بر خاک احبا گزرد
چہ عجب گر بشود زندہ از و عظم رمیم

محبت کا نواں مرتبہ تیم

محبت کا نواں مرتبہ تیم کہلاتا ہے۔تیم کا معنی غلام بنا دینا۔تابعدار کر دینا۔محبت کے دام میں گرفتار کر دینے کو کہتے ہیں۔اس مقام میں عجز و بندگی کا طوق عاشق کی گردن میں ڈالا جاتا ہے اور بیچارگی و غلامی کی زنجیریں اس کے پاؤں میں پہنائی جاتی ہیں۔اس کے بعد

بھی پانچ درجے ہیں۔

تیم کا پہلا درجہ تفرد

تیم کا پہلا درجہ تفرد اس منزل میں دوست غیر دوست سے مجرد ہو جاتا ہے۔اس کو اپنے محبوب سے اتحاد حاصل ہو جاتا ہے۔

در خویش گم کہ من چہ نامم
معشوقم و عاشقم کدا مم

اس جا عاشق اپنی خودی سے فارغ ہو جاتا ہے۔

حدیث من ورقے باز کن کہ من نہ منم
ہمہ تو گشتم واینک حدیث شد گوتا

یہاں عاشق و معشوق ایک ہو جاتے ہیں تعدد رفع ہو جاتا ہے۔

عاشق و معشوق و عشق ہرسہ یک داں در اصل
فرق میان من و تو است ہو است

مولانا روم نے فرمایا ہے۔

عاشق محور در عشق و عشق محو در معشوق

حضرت منصور حلاج کا یہ شعر مشہور ہے۔

اما من اھویٰ ومن اھویٰ انا
نحن روحان حللنا بدنا

مقام تفرد ہی میں منصور حلاج کی زبان سے یہ چیخ نکلی۔لوانت ام انا ھذا لعین فی العین یعنی تو ہو یا میں دونوں ایک ہیں۔حاشای حاش من اثبات اثنین یعنی دوی کے اثبات سے ہمیں کوئی تعلق نہیں۔اس جگہ غیرت معشوق کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یعنی جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے رب کی ذات جو بزرگی واحسان والی ہے باقی رہے گی۔ کی تجلی کرتی ہے اور غیرت کے حجاب کو چاک کر دیتی ہے۔

عشق و عاشق محو گر دوزیں مقام
خود ہماں معشوق ماند والسلام

تیم کا دوسرا درجہ استتار

تیم کا دوسرا درجہ استتار کہلاتا ہے اس مقام میں پوشیدگی چاہی جاتی ہے اور یہ ہر دو جہت سے مطلوب ہوتی ہے۔یہاں غیرت معشوق عاشق کی غیرت سے زیادہ ہوتی ہے۔

راحت دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔ انا غیور واللہ اغیر منی یعنی میں غیرت دار ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت دار ہے۔ پس معاملہ یہ ہوتا ہے۔

دل پیش توام دیدہ بجائے دگر ستم
تا خلق ندا ند کہ ترا می نگرستم

یہ عجیب مقام ہے راحت دو جہاں ﷺ نے حقیقۃ الحقائق کی خبر رمز و اشارت ہی کی زبان میں دی ہے۔

راز کنیت مرا باشب و سریست عجب
شب داند و من دانم و شب

الم ٓ المص اور دوسرے مقطعات بھی اس قسم کے اشارات ہیں۔ اوحیٰ الیٰ عبدہ مااوحیٰ پھر اللہ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی۔

تیم کا تیسرا درجہ بزل روح

تیم کا تیسرا درجہ بزل روح کا ہے یعنی جان کی بازی لگانے کا۔ اس منزل میں جان کا کوئی اعتبار نہیں رہتا۔ کسی عاشق کی زبان سے اسی منزل میں یہ کلمات نکلے۔

از من گمان مبر کہ دل از دوست برکنم
تا جاں دریں تن است دم از عشق برزنم
گر بشنوی کہ قافلہ مرد در غمت
اول کسے کہ جاں دہد از بہر تو منم

تیم کا چوتھا و پانچواں درجہ خوف ورجاء

تیم کا چوتھا اور پانچواں درجہ خوف ورجاء ہے۔ اس مقام میں عاشق قطع محبت کے خوف سے لرزاں رہتا ہے اور امید وصال سے شاداں۔ عاشق اللہ تعالیٰ کی صفات جباری٬ عزت و استغنا کو پیش نظر رکھ کر خوف یہ کھاتا ہے کہ اس کا دل کہیں عشق الٰہی سے کسی آن اس کے غیر کی طرف منتقل نہ ہو جائے کہیں معشوق حقیقی اس کے کسی فعل سے ناراض نہ ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز سے شدید محبت رکھتا ہے۔ وہ اس کے جاتے رہنے سے خائف بھی رہتا ہے اور اگر محبوب ایسا ہو کہ اس کا جاتا رہنا ممکن ہو تو محبّ کو خوف ضرور ہوگا۔ عارفین کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف محبت ہی کی اساس پر کرتا ہے اور اس سے ڈر اور خوف چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ نازک وجہ سے زیادہ پاؤں پھیلانے کے سبب سے ہلاک ہو جاتا ہے اور جو شخص صرف خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے اور محبت نہیں رکھتا وہ اس سے متحش ہو کر بعید ہو جاتا ہے اور کٹ جاتا ہے۔ لیکن وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محبت اور خوف دونوں

ہی کی وجہ سے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب اور مقرب بنا لیتے ہیں۔ لہذا محبؔ کو خوف ضروری ہے اور خائف کو محبت۔ راحت دو جہاں ﷺ نے فرمایا۔ ایمان بین الخوف والرجاء ایمان امید اور خوف کی درمیانی کیفیت میں مضمر ہے۔ عشاق اسی حدیث نبوی ﷺ کے مظہر ہوتے ہیں۔

وہ اپنی محبت کو اللہ تعالیٰ کے خوف میں رونے دھونے آہ وزاری کرنے اور ذکر و فکر کی کیفیات سے تقویت دیتے ہیں اور جب انہیں اللہ کی رحمتوں اور کرم نوازیوں کا خیال آتا ہے تو انہیں امید لگ جاتی ہے کہ ممکن ہے اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی مستحق بخشش ہونے کے اکرام سے نواز دے۔ گویا اہل اللہ جب اللہ تعالیٰ کے عدل کا خیال کرتے ہیں تو ان پر خوف و خشیت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن جب اس کے فضل کا خیال کرتے ہیں تو بوجہ امید خوش ہو جاتے ہیں۔ اسی تصور کو میاں محمد بخش نے یوں پیش فرمایا۔

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اُچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں جئے منہ کالے

اسی طرح عشاق پوری زندگی خوف اور امید کے اندر بسر کرتے ہیں۔

جے میں ویکھاں اپنے عملاں ولے تے کجھ نئیں میرے پلے
جے ویکھاں تیری رحمت ولہے تے بلے بلے بلے

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ جتنا ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رحمتوں اور مہربانیوں کا انعام و اکرام ہوتا ہے۔ اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتے ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بعض روایتوں میں آیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں اگر قیامت کے دن یہ اعلان کیا جائے کہ ایک شخص کے علاوہ باقی سب کی بخشش ہوگئی تو مجھے ڈر ہے کہ بخشش سے محروم شخص میں ہی ہو سکتا ہوں اور اگر یہ اعلان کیا جائے کہ صرف ایک ہی شخص کی مغفرت ہوئی تو اللہ کی رحمت اور فضل پر امید کرتے ہوئے یقین کر لوں گا کہ وہ خوش نصیب میں ہی ہوں گا۔ (مزید تفصیل ہماری دوسری تصانیف میں آپ کو ملے گی۔)

رجاء کی تعریف

کسی ایسی محبوب و مرغوب چیز کی طرف دل کا لگا رہنا جو آئندہ حاصل ہونے والی ہو رجاء کہلاتا ہے اور جس طرح خوف کا وقوع آئندہ کے ساتھ متعلق ہے اس طرح رجاء کا تعلق اس چیز کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس کی آئندہ زمانے میں امید ہو۔ دلوں کی زندگی اور استقلال کا دارو مدار رجاء پر ہی موقوف ہے۔

خوف ورجاء کا باہمی تعلق

جوخوف کی معرفت حاصل کرے وہ رجاء کی معرفت حاصل نہیں کرسکتا اور جو مقام خوف میں کھڑا نہ ہوا سے صحت وصفاء کے مطابق اہل رجاء کے مقامات تک رسائی حاصل نہیں ہوسکتی ہر بندے کو اس کے خوف کے مطابق رجاء کا مقام ملتا ہے اور اسے جس قدر خوف دلانے والی صفات کا کشف حاصل ہو اس قدر اسے رجاء کے اخلاق میں سے حصہ ملتا ہے۔

رجاء کی علامت

بندے میں صحت رجاء کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے رجاء کے بارے میں اندر ڈرتا رہے اس لئے کہ جب اسے ایک بات کے بارے میں امید آ گئی اب دل میں جس کی امید رکھے ہوئے ہے اس کی عظمت اور شدت فرحت کے بارے میں یہ خطرہ ہے کہ وہ بات ہی جاتی رہے اس طرح اہل رجاء سے اپنی امیدوں میں فوت رجاء کا خطرہ کبھی جدا نہیں ہوتا اور رجاء تو اصل میں خائفین کیلئے ایک ذرا سا آرام ہے اس لئے اہل عرب لوگ رجاء کو بھی خوف کہہ دیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایسے اوصاف ہیں جو ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوتے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک چیز کسی دوسری چیز کیلئے لازم ہو یا اس کا وصف ہو یا سس کا سبب ہو تو اس کو بھی اس سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے مالک لاترجون یعنی تجھے کیا ہے کہ ایسی امید نہیں رکھتا اور مراد یہ ہوتی ہے کہ تجھے کیا ہے کہ ڈرتا نہیں؟ اس لغت پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ مالک لاترجون للله وقارا یعنی اس کی تفسیر پر اجماع ہے تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت شان سے نہیں ڈرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فمن کان یرجوالقاء ربه پس جس کو اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ جو اس کی ملاقات کے بارے میں ڈرتا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اللہ سے ایسے خوف کھا کہ تو اس کی گرفت سے بے خوف نہ ہو اور اپنے خوف سے زیادہ اس سے امید رکھ۔ اس نے عرض کیا میں یہ کیونکر کرسکتا ہوں میرا تو ایک ہی دل ہے۔ فرمایا! تمہیں خبر نہیں کہ مومن دو دل والے کی طرح ہوتا ہے۔ ایک کے ساتھ ڈرتا ہے اور دوسرے سے امید رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کے دو اوصاف ہیں خوف اور امید اور مومن کا دل ان دونوں میں سے کسی ایک سے بھی خالی نہیں ہوتا گویا یہ دو دلوں والے کی طرح ہو۔ (الاایمان بین الخوف والرجاء) کے یہی معنی ہیں۔

کہ نترسدز بے نیازی او
کہ ننازو زکا رسازی او

محبت کا دسواں مرتبہ

ولہ

ولہ کے لغوی معنی ہیں حیران ہونا' ڈرنا محبت و عشق میں دیوانہ ہو جانا۔(ولہ قلوبھم) یعنی ان کے دلوں کو دیوانہ کرنا۔ محبت کا دسواں مرتبہ ولہ ہے اس مقام میں عظیم الشان خطرات ہیں چنانچہ کہا گیا ہے فی البعد تعذیب وفی القرب حیرة یعنی دوری میں عذاب اور قرب میں حیرت ہے۔ اس مفہوم کو عاشق کی زبان میں یوں سمجھو۔

گر بینمت جاں میرود ود ننگرم خود چو زیم
حیرانم اندر کار خود کت جاں دہم یا ننگرم

شیخ احمد غزالی نے اپنے رسالہ سوانح میں لکھا ہے کہ معشوق ہر حال میں معشوق ہے۔ لہذا افتقار یا احتاج کی صفت رہے گی اور معشوق کو کسی چیز کی ضرورت نہیں لامحالہ استغناء اس کی صفت رہے گی۔ اس مفہوم کو کسی عاشق نے یوں ادا کیا ہے۔

ہموارہ تو دل ربودہ معزوری
غم ہیچ نیاز مودہ معزوری
من بے تو ہزار شب بخوں در بودم
تو بے تو شے نبودہ معزوری

یعنی ذات معشوق بے ملاحظہ وصف معشوقیت' عاشق کی محتاج نہیں ہاں وصف معشوقی کا لحاظ کیا جاتا تو وہ بھی عاشق و عشق کی محتاج سمجھی جاسکتی ہے لیکن معشوق فی نفسہ ثابت ہے اور اس کو اپنے وجود کے ثبوت میں کسی چیز کی احتیاج نہیں۔ عاشق کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا۔

خواجہ ابوفا خوارزی فرماتے ہیں۔ کنت کنز مخفیا فاحبت ان اعرف فخلقت الخلق کی حدیث قدسی کو پیش نظر رکھا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ حضرت احدیت کے کارخانہ محبت میں عارفوں اور محققوں کا بھی کام ہے اور آیت قرانیہ یحبھم ویحبونہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب صمدیت کے حریم مودت میں محبوں اور عاشقوں کی بھی قدر یا اعتبار رہے۔ لیکن طمع خام کو سر سے دور کرنا ہی بہتر کہ وہ غیر کی پرواہ نہیں کرتا۔

آئینہ در روئے خود می واشتہ است
تا بخود عاشق زار آمدہ است
او زجملہ فارغ ست وہر کسے
اندریں دعوی پدیدار آمدہ است

اوست عاشق اوست عاشق ' اوست معشوق اوست عشق
کیتی تو جملہ چوں یار آمدہ است

اب حیرت اور دہشت کے سوا کیا رہ جاتا ہے۔

حیرت اندر حیرت است و والہی در ولیی
اندریں رہ صد ہزاراں عقل عاقل مبتلا است

اس مرتبہ کے بھی پانچ درجے ہیں۔

ولہ کا پہلا درجہ سوال

ولہ کا پہلا درجہ سوال کہلاتا ہے۔ جو محبوب سے تضرع وابتہال کی زبان سے کہا جاتا ہے۔ جانتے ہو کہ معشوق سے معشوق کے سوا کوئی اور سوال نہیں کیا جاتا تجھ کو

دونوں عالم میں بس تم ہی تو ہو
دونوں عالم میں اور کچھ بھی نہیں ہے
تیری صورت سے نہیں ملتی کسی کی صورت
ہم جہاں میں تیری تصویر لیئے پھرتے ہیں
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

افسوس اس عاشق کے حال پر معشوق سے معشوق کے سوا کسی اور چیز کا سوال کرتا ہے وہ صحیح معنی میں عاشق ہی نہیں۔ عاشق کا منشائے طلب تو صرف معشوق ہی ہوتا ہے۔ الیک منهتی طلبی اس کی چیز ہوتی ہے۔

مرا لباں تو باید شکر چہ سود
بجائے یاد تو یاد وگرچہ سود

انتہائے بچارگی کی حالت میں وہ چیختا ہے۔

من چوں زیم کہ روئے دگر خوش نمی کند
ایں چشم رویسہ کہ بروئے تو خو گرفت

ولہ کا دوسرا درجہ شرابِ سلسبیلِ عشق پینا

ولہ کا دوسرا درجہ شرابِ سلسبیلِ عشق کا پینا ہے۔ اس مقام میں عاشقوں کے مذاہب و مشارب مختلف ہوتے ہیں۔ بعض اس شراب کو کاسئہ درد میں نوش کرتے ہیں اور بعض کاسئہ اشتیاق میں، اور کہتے ہیں۔

شربت الحب کاس بعد کاس
فما نفذت شراب وما رویت

یعنی محبت کی شراب کے پیالے پر پیالے میں نے نوش کیئے۔ شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا اور بعض اس کو حزن کے پیالے میں پیتے ہیں اور بعض رجاء کے پیالے میں۔ اس طرح ہر ایک حزن و آفت میں مبتلا ہوتا ہے۔

ولہ کا تیسرا درجہ سکر

ولہ کا تیسرا درجہ سکر ہے چنانچہ کسی عارف کا قول ہے من سکر بکاس المحبته لا یصحوا الا بمشاهده محبوبه یعنی جو شخص کہ ساغر محبت سے مست ہوا وہ مشاہدہ محبوب ہی سے ہشیار ہوگا۔ (المحبته سکرة فی حیرة و حیرة فی سکرة والمحب سکران) محبت بے ہوشی ہے حیرت میں اور حیرت ہے بے ہوشی میں' اور محبّ مست ہوتا ہے اس واسطے مانگنے والوں نے مانگا تھا۔

ساقی ازاں مے کہ دین و آئین من است
بے خویشم کن کہ مستی آئین من است

ولہ کا چوتھا درجہ اضطراب و بخودی

ولہ کا چوتھا درجہ اضطراب و بخودی کا ہے۔ کسی عاشق کے بارے کہا جاتا ہے کہ تنہائی میں رہ رہا تھا اور چیخ رہا تھا' آگ' آگ' لوگ دوڑے آئے اور دیکھا آگ موجود نہیں۔ پوچھا آگ کہاں لگی ہے۔ بہت رویا اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھ کر بولا۔ نار الله الموقدة التی تطلع علی الافئده یعنی وہ اللہ کی آگ جو سلگائی گئی ہے جو دلوں تک جا پہنچی ہے۔ عاشق کی بیماری طویل ہوتی ہے اور شفا علیل لقائے خلیل ہی سے ممکن ہے۔ محبت کی حا ہی یہ ہے کہ محبّ کو ہمیشہ تعب و اضطراب میں رکھے اور نواع اسقام میں مبتلا کرے۔

خا سیماب بود عاشق را
تا کشتہ نگرد و اصطرابش نرود
کہ دارد ایں چنیں عیشے کہ در عشق تو دارم
شرابم خوں ' کبابم دل ' ندیم درد ' نقلم غم

ولہ کا پانچوں درجہ تلف

ولہ کا پانچواں درجہ تلف ہے۔ کسی عارف سے منازل کے بارے سوال کیا گیا کہا اولها جذل والرضا بالقتل۔ نفس مابعده یعنی اس کی ابتداء صرف کرنا اور قتل پر راضی رہنا ہے بعد کی حالت قیاس کرلو۔

در رہ عشق تواضع نبود غیر فنا

دست برداشتن از خویش سلام ایں جا است

اب عاشق مرتبہ فنا تک پہنچتا ہے اور فنا سے بھی فانی ہو جاتا ہے اور اس فنا میں بقائے ابدی وحیات سرمدی پالیتا ہے۔لا یزوقون فیھا الموت الا الموتہ الاولیٰ اور دوسرے مقام پر فرمایافلنحیینہ حیۃ۔

تامرد زخود فانی مطلق نہ شود
اثبات زنفی اور محقق نہ شود
از خویش بروں آی کہ او تو باشی
ورنہ بگزاف آدمی حق نہ شود

اس مقام میں محبت کی تعریف سمجھ میں آتی ہے۔المحبۃ محو الحبیب بصفاتہ واثبات المحبوب بذاتہ محبت یہ ہے کہ محبّ اپنی تمام صفات کی نفی کرے اور ذات محبوب کا اثبات کرے یعنی اب محبّ الٰہی صفت سے قائم نہیں ہوتا بلکہ ذات محبوب ہی سے باقی رہتا ہے کہتے ہیں کہ کسی نے دیکھا کہ مجنوں نے اپنا نقش اور لیلیٰ کا نقش ایک ساتھ زمین پر بنایا اور پھر لیلیٰ کے نقش کو مٹادیا پوچھا گیا کہ یہ خوب عشق ہے کہ محبوب کے نقش ہی کو مٹادیا جاتا ہے۔جواب میں مجنوں نے کہا اگر لیلیٰ کو تم مجھ میں نہ پاؤ تو پھر اس کا نقش علیحدہ بنالو اس واقعہ کو شاعر نے یوں کہا۔

چوں عاشق را کسے بکارد
معشوق ازو بروں آرد

عاشق کا وجود معشوق کے وجود ہی سے قائم وظاہر ہے۔خود اس کا کوئی علیحدہ و مستقل وجود ہی نہیں۔

من آنکہ خود کسے باشم کہ در میدان حکم او
نہ دل باشم نہ جان باشم نہ سر باشم نہ تن باشم

عاشق کی بقا معشوق ہی کی بقا سے ہے۔وہ فانی زخویش وباقی بہ معشوق ہے۔

چوہست بقائے من باقی بہ بقائے تو
پس ہم تو بماں باقی خود راچہ بقا خواہم

محبت کے مراتب ودرجات کی اوپر ہم نے تفصیل پیش کی ہے۔اس کو اگر امعان نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا کہ کہ محبّ صادق جذب محبت کے زور سے خود کو محبوب میں کلیۃً ضم کرلیتا ہے۔اپنی جان وتن کو محبوب کی راہ میں صرف کرتا ہے اور ظاہر و باطن کی پوری قوت سے محبوب طلب کرتا ہے اور من طلب شیئًا وجد اپنی طلب میں کامیاب و کامران ہوتا ہے اور من طلبنی وجدنی کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔اس لئے صوفیا کرام نے راہ عشق کو اقرب الطریق قرار دیا ہے۔اس پر تفصیل ہماری دوسری تصنیف ''العشق نارا''

میں ملاحظہ فرمائیں۔

محبت کے دس مراتب و پچاس درجات ایک نظر میں

محبت کے دس مراتب

الفت، صداقت، مودت، ہوا، شغف، خلت، محبت، عشق، تیم، ولہ۔

محبت کے پچاس درجات

میلان	کتمان میلان	تمنایا ت
اخبار واستخبار	تضرع	صفا
غیرت	اشتیاق	ذکر محبوب
تحیر	نیاحت واضطرار	گریہ وبکا
ت	تفکر قرب محبوب	مراقبہ محبوب
خضوع	اطاعت محبوب	صبر
تضرع	رضاء وتسلیم	امر محبوب کی مطاوعت
غیر محبوب سے باطن کی محافظت		محبوب کے اعداء سے عداوت
محبوب کے دوستوں سے محبت		اخفائے احوال
معاندت	صدق	اشتہار
شکوہ	حزن	حسن اخلاق
ملامت واظہار	مشاہدہ	آرزوئے ملاقات
طلب انس	فقدان دل	تاسف
وجد	بے صبری	حیات
تفرد	استتار	برلِ روح
خوف	رجاء	سوال
شرابِ سلسبیل	سکر	اضطراب وبیخودی
تلف		

انگلیاں میری ہیں اور ان میں قلم ہے تیرا ہاتھ میرا ہے مگر اس پر کرم ہے تیرا

چیف آرگنائزر بزم عشاق

حضرت علامہ حافظ محمد زمان خان چشتی سیالوی (ایم اے اسلامیات)

کی عالمانہ ' عارفانہ ' عاشقانہ ' چند تحریریں

وسیلہ محبوب ﷺ	گریہ محبوب ﷺ
بزم محبوب ﷺ	عشق خیر الوری ﷺ
اطاعت محبوب ﷺ	جنت کے مالک
شان غوث اعظم رضی اللہ عنہ	راحت دو جہاں ﷺ
لفظ ولی کا معنی و مفہوم	قلب سلیم
عقیدت کے پھول	آئینہ جمال کبریاء ﷺ
بنا کے مصور نے توڑا قلم	محبت اور علامات محبت
آداب محبت	صحابہ رضی اللہ عنہم کے عقائد
اسلاف کا جذبہ ایثار	اسلاف کا عشق
اسلاف کا اخلاق	اسلاف کا شوق علم
حقیقت عظمت	حقیقت عشق